روبینہ رشید* ڈاکٹر محمد رحمان**

پاپولر ادب: صورتحال اور تقاضے

Abstract: *Popular Literature: Position and Instancy Popular Literature always represents ambition of public rather than on its artistic and philosophical features . Popular literature mostly projects emotions and feelings of teenagers , therefore it is called Public literature. Popular literature include all those stories which are not included in common literature . In our era Magazines and Digests comprises of public literature . In popular literature Spy , Romantic and Mysterious stories are written . The current study comprises of all these subjects.*

پاپولر ادب کی اصطلاح عموماً ہر دل عزیزی یا عام مقبولیت کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ لفظ پاپولر یونانی اصطلاح(Popularis) سے ماخوذ ہے۔جس کا مفہوم ہے عام آدمی سے تعلق رکھنا یا عوام کی فہم کے مطابق ہونا۔(۱)

پاپولر ادب کی شروعات داستانوں سے ہوتی ہے۔کیونکہ داستان ہی وہ صنف ہے جو عوامی محفلوں کی ترجمان سمجھی جاتی رہی ہے۔یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ قصہ گوئی کا فن شاعری اور موسیقی سے زیادہ قدیم ہے۔ہماری بہت سی لوک کہانیاں پانچ سے دس ہزار سال پرانی ہیں۔برصغیر میں لوک کہانیوں کی روایت باقی خطوں سے زیادہ قدیم ہے۔ محققین کے مطابق دنیا میں رائج بیشتر لوک کہانیاں ہندوستان ہی کے زیر اثر پھیلیں۔ہندوستانی لوک کتھائیں عربی ، فارسی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوئیں۔قدیم داستانوں کی ابتدا ویدک زمانے سے ہوتی ہے۔وید ، براہمن گرنتھ ،اپنشد، پران اور مہا بھارت میں بہت سی ضمنی کہانیاں ملتی ہیں۔ان کہانیوں کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ بہت پہلے سے عوام میں سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھیں۔تحریری شکل انھیں بعد میں ملی۔غرض یہ کہ قدیم داستانیں چاہے مصر میں لکھی گئی ہوں یا ہندوستان ، یونان میں ہوں یا کسی اور ملک میں۔خواہ اسےفیبل Fable کہا جائے ، Legendیا حکایت، جاتک ہو یا داستان۔ان سب کی جڑیں عوام کی ان محفلوں سے جڑی ہوتی ہیں جن میں ایک قصہ گو قصہ بیان کرتا تھا۔پاپولر ادب میں اگرچہ تمام موضوعات پر لکھی ہوئی کہانیاں شامل ہیں لیکن ان میں تین موضوعات ہمیشہ سے اہم رہے ہیں۔

۱۔ رومانی کہانیاں

۲۔ پراسرار اور جاسوسی کہانیاں

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ ۔

۳۔ مافوق الفطرت کہانیاں

رومانی کہانیاں زندگی میں بہت اہم ہوتی ہیں۔رومانوی موضوعات میں عام طورپر معاشرتی کہانیاں شامل ہوتی ہیں۔پر اسرار اور جاسوسی کہانیوں میں عموماً سائنس فکشن ، جرم و سزا اور نفسیاتی موضوعات شامل ہیں۔تیسرے نمبر پر مافوق الفطرت کہانیاں ہیں جن میں پر اسرار فضاپیدا کر کے قاری کی دلچسپی بڑھائی جاتی ہے۔اس میں ہماری داستانیں شامل ہیں۔جنوں ، پریوں اور بھوتوں کے قصے ادب کا حصہ ہیں۔پاکستان میں تقریبا تمام ڈائجسٹ مذکورہ بالا قسم کی کہانیاں شائع کرتے ہیں۔ان ڈائجسٹوں میں"جاسوسی"،"سسپنس"،"نئے افق"،"سرگزشت"،"سب رنگ"،"ڈر"،" نیا دور" ،"پاکیزہ" اور"خواتین ڈائجسٹ" وغیرہ شامل ہیں۔

رومانوی ناولوں کے لکھنے والوں میں خواتین ناول نگاروں نے زیادہ حصہ لیا۔ان میں قراۃ العین حیدر سے لے کر رضیہ بٹ اور بشریٰ رحمان تک ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔ان میں کچھ بعض مرد حضرات بھی شامل ہو جاتے ہیں جن میں اے حمید کا نام سرِ فہرست ہے۔ ایسے ناولوں کا بنیادی رجحان تقریبا ایک سا ہوتا ہے۔جزئیات اور قصے کی تبدیلی کے علاوہ ان میں کوئی تنوع نہیں ہوتا۔جنھیں کبھی معاشرتی ، کبھی سماجی اور کبھی نفسیاتی ناول کا نام دیا جاتا ہے۔عمومی موضوعات میں کالج کے لڑکے لڑکیوں کے معاشقے ، دلوں کا ملنا ، ٹوٹنا اور بکھرنا ، خواب و خیال اور مثالی زندگی کے خواب دیکھنا ، امارت اور غربت کی آنکھ مچولی ، سماج کی اونچ نیچ، شادی بیاہ کے معاملات ، ملبوسات فاخرہ کے بیانات ، ڈھولک کی تھاپ ، عورتوں کی قربانیاں اور ابتلا ، مردوں کی بالادستیاں ، مثبت کردار کی مثالی رفعت اور منفی کرداروں کی انتہائی پستیاں شامل ہیں ۔بعض ناول نگاروں کے ہاں جنس کا بھی کھل کر بیان ملتا ہے لیکن ایسی کوششیں خال خال ہی نظر آتی ہیں۔جنسی کہانیوں کا قصوروار ادیب نہیں بلکہ یہ معاشرہ کی دین ہے۔ادیب وہی لکھتا ہے جو معاشرے میں ہوتا ہے۔سونے پہ سہاگہ یہ کہ آج کل الیکٹرانک میڈیا جس طرح جنس کو نمایاں کر کے پیش کررہاہے۔ادیب اس سے لازمی طور پر متاثر ہوتا ہے۔بیسویں صدی میں ایسی کہانیاں چھپ چھپ کر پڑھی جاتی تھیں۔حالانکہ ان میں کوئی اخلاقی گراوٹ کا پہلو نہیں ہوتا تھا۔دراصل جنسی کہانی اور فحش نگاری میں بہت فرق ہے۔جو ادیب ادبی صلاحیت سے مالا مال ہو وہ جنسی موضوعات کو بھی ایسے انداز سے برتتا ہے کہ اس سے کہانی کا بنیادی تھیم مجروح نہیں ہوتا۔فحش نگاری میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ صرف فحش لفظ سے کہانی فحش نہیں بن جاتی۔یہ ادیب کی نیت اور ارادے پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ فحش الفاظ استعمال کیے بغیر بھی کہانی کو فحش بنا سکتا ہے یا فحش الفاظ کے باوجود بھی کہانی معصوم رہ سکتی ہے۔(۲)

جاسوسی اور اور پر اسرار ادب میں سب سے اہم نام ابنِ صفی کا ہے۔ تجسس، سراغ رسانی اور جرم و سزا کی کہانیوں کے حوالے سے ان کا نام ایک سند کی حیثیت رکھتاہے۔معاشرے میں برائیوں اور ان کی جڑوں کا پتہ لگانا اور ان کی

بیخ کنی کرنا ، یہ آج کی بات نہیں لیکن ایسے موضوعات قدیم ادب میں بہت کم ملتے ہیں۔اگرچہ ابتدا میں ظفر عمر ، احمد حسین اور تیرتھ رام نے مغرب کی جاسوسی کہانیوں کے تراجم کیے لیکن ابنِ صفی نے پہلی بار طبع زاد جاسوسی کہانیاں لکھیں۔

ابن صفی کا لکھا ہوا سلسلہ" عمران سیریز" انتہائی مقبول رہا ہے۔"عمران سیریز" کے کرداروں میں عمران ،کرنل فریدی اورکیپٹن حمید شامل ہیں۔ان کرداروں کی کشمکش سے ابن صفی نے قانون کی بالادستی ، خیر و شر کی کشمکش میں خیر و شر کی فتح اور گھمبیر مسائل کے تانے بانے ایسے انداز میں بنے ہیں کہ اس سے ایک نئی دنیا کے نام ادب میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ابنِ صفی نے جاسوسی ادب کو بے شمار موضوعات اور کہانیاں دیں۔ان کی تحریریں سلاست اور لطافت کا عمدہ نمونہ ہیں۔جو پاپولر ادب کا خاصہ ہے۔ان کا قاری ہر طبقۂ فکر کا نمائندہ ہوتا تھا۔فلسفہ ، مذہب ، تاریخ ، ایڈونچر ، سیر و سیاحت اور طنزو مزاح جیسے ضمنی موضوعات ان کے ناولوں کو مزید شہرت عطا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ان کی تحریروں میں واقع نگاری ، منظر نگاری ، انشا پردازی ، بے باکی ، بے ریائی ، شستگی ، شگفتگی ، برجستگی اور بے ساختگی جیسی فنی اور فکری خصوصیات بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ان کی کہانیوں کاچونکا دینے والا آغاز اور ہیرو کا قدم بہ قدم نئی مہمات سے آشنا ہونا داستانوی ادب کی یاد دلاتا ہے۔ان کہانیوں میں ہمیں زندگی کے ہر زاویہ ، ہر پہلو ، ہر گوشہ اور ہر موڑ سے آگاہی کا بھرپور احساس ملتا ہے۔ وہ مشکل سے مشکل خیال کو اپنے ناولوں میں ایسے سادہ انداز سے برتتے ہیں کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔کہیں کہیں تشبیہات و استعارات کا بھی استعمال ملتا ہے۔طنز و مزاح میں عالمانہ شان اور پاکیزگی ملتی ہے۔انھوں نے جس انداز سے لکھا ہے اتنی متعدد تخلیقات میں معیار و مقدار کے درمیان توازن رکھنا انھیں کا خاصہ ہے۔(۳)

ابن صفی نے کرداروں کو ایسی ہمہ گیریت دی ہے جو بعدمیں ان کے پیش رووں ایم اے راحت ، صفدر شاہین اور مظہر کلیم کے ہاں جاری و ساری ہے۔آج کل مظہر کلیم کا نام اس حوالے سے اہم ہے۔انہوں نے "عمران سیریز" کو مزید قبولِ عام عطا کیا ہے۔عمران کبھی مایوس نہیں ہوتا۔عمران جیساکردار کسی جاسوسی ادب میں تخلیق نہیں کیا گیا۔بظاہر نکمے اور لاپرواہ نظر آنے والے عمران کی صلاحیتیں بڑے بڑے سائنس دانوں اور بہادروں سے کم نہیں ہیں۔عمران کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی غیر سنجیدگی اس کی بلا کی ذہانت کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔دوسری طرف اس کی ایمان داری اور اپنے فرائض دلجمعی سے انجام دینا بھی شامل ہیں۔عمران کی بظاہر نظر آنے والی حماقت دراصل ایک لبادہ ہے جو اخلاق، بہادری ، بے جگری ، فرض شناسی ، عزم و استقلال اور ملال و افسردگی کا ایک عجیب و غریب مجموعہ ہے۔یہی عمران اپنے ایک باورچی سلیمان کے ساتھ ایک فلیٹ میں رہ کر مونگ کی دال پر گزارہ کر رہا ہے۔جو اپنے گھر سے نکمے اور لاپرواہ کا خطاب پا کر نکالا گیا ہے۔لیکن یہی عمران ایسا لافانی کردار ہے جو ملک دشمن عناصر پر دہشت بن کرٹوٹ پڑتا ہے۔وہ سائنسی

ذہن اور فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ دشمن ایجنٹوں کی چالوں کا ایسا توڑ کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔عمران اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کا چیف بھی ہے لیکن یہ بات ملک کے صدر اور وزیراعظم کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔عمران کے ساتھ پوری ایک ٹیم ہوتی ہے۔ جس میں کیپٹن صفدر ، جولیا ، خاور ، تنویر ، کیپٹن شکیل ، فیاض ،، نعمانی ، چوہان ، سلیمان ،جوزف، قاسم ، ٹائیگر اور ایکسٹو طاہر شامل ہیں۔عمران کی یہ ٹیم اپنے ملک کے لیے قربانی کے ایسے کارنامے انجام دیتی ہے کہ دل میں بے اختیار حب الوطنی کا جذبہ ابھرتا ہے۔اس سیریز میں سائنسی ایجادات کے بیش بہا کارنامے پڑھنے کو ملتے ہیں۔اس کے علاوہ عمران اور جولیا کے درمیان عشق و محبت کے پاکیزہ جذبے کی ڈور ہمہ وقت تنی رہتی ہے۔جولیا اس کی ٹیم کی اہم رکن ہے۔وہ دل ہی دل میں عمران سے محبت کرتی ہے۔عمران اور جولیاکے درمیان محبت کی نوک جھونک طنزومزاح کے ایسے دریابہاتی ہے کہ قاری ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوجاتاہے۔عمران کے مقابلے میں کرنل فریدی کا کردار سپاٹ اور آئیڈیل قسم کا ہے جو صرف سراغ رسانی کرتا ہے۔اگر اس کے اور عمران کے کرداروں کا تجزیہ کیا جائے تو فرق صاف ظاہرہوجاتا ہے۔کیونکہ عمران بظاہر سیکرٹ سروس کے ہوتے ہوئے بھی زیادہ تر کارنامے خود انجام دیتا ہے جب کہ کرنل فریدی کے ہر مشن میں کیپٹن حمید بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔(۴)

پاپولر ادب کے نمائندہ قلم کاروں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے وقت گذاری کے ساتھ حقائق پر مبنی معلومات بھی بہم پہنچائی ہیں۔چندرسالے جن میں "بیسویں صدی "، "خاتونِ مشرق"، "روبی"گلابی کرن"،"پاکیزہ"،"آنچل"، "سسپنس"،"جاسوسی"، "بھیانک جرائم"، "فاصلہ"، "رابطہ"، "دنیائے حقیقت"، "حکایت"، "سب رنگ" اور"طلسماتی دنیا"وغیرہ شامل ہیں۔ان رسالوں میں جن لوگوں کی تخلیقات شامل رہیں ان میں صادق حسین سردھنوی ، الیاس ستیاپوری ، ضیا تسنیم بلگرامی ، محی الدین نواب ، عنایت اللہ ، التمش ، ایم اے راحت ، احمد یار خان ، صابر حسین راجپوت ، طاہر جاوید مغل ،علیم الحق حقی ، عبد القیوم شاد، ساجد امجد اور ش صغیرادیب شامل ہیں۔(۵)

صادق حسین دھنوی کے ناولوں" جوش جہاد" اور" عربی دو شیزہ" نے کامیابی کے ریکارڈ قائم کیے۔نسیم حجازی کے تقریباً بیس ناولوں نے تاریخی ناول کو وہ مقام دیا جس کا آج وہ مستحق ہے۔ان کے ناول اسلامی تاریخ اور رومان کا حسین سنگم ہیں۔تاریخی ناول میں نسیم حجازی جیسی شہرت بہت کم ناول نگاروں کو نصیب ہوئی۔ان ہی کے ہم عصر قمر اجنالوی نے بھی تاریخی ناولوں میں نئے تجربات کیے اور متعدد تاریخی ناول قلمبند کیے۔اسلم راہی کے تاریخی ناول بھی مشہور ہوئے۔ ماہنامہ حکایت کے مدیر اور پچاس سے زیادہ کتابوں کے مصنف عنایت اللہ نے بھی اردو ادب کو تاریخی ، معاشرتی ، شکاریات اور جرم و سزا پر مبنی ناولوں کا ایک وسیع ذخیرہ دیا۔ان کی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے تناظر میں لکھے گئے ناولوں نے دھومیں مچائیں۔ایم اے راحت نے ہر قسم کے عوامی موضوعات پر قلم اٹھایا اور ہر میدان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔

ان کے لکھے ہوئے مشہور سلسلے "صدیوں کا بیٹا"نے انھیں شہرت کی بلندیوں پر پہنچایا۔ڈائجسٹوں کی کہانیوں سے شہرت پانے والے مصنفین میں علیم الحق حقی نے محبت جیسے پاکیزہ جذبے پر کئی تہلکہ خیز ناول لکھے اورشہرت حاصل کی۔طاہر جاوید مغل نے پنجاب کی تہذیب و ثقافت کے حوالے سے ناول لکھ کر خصوصی شہرت حاصل کی۔تاریخی کہانیوں کے سلسلے میں الیاس ستیاپوری اور ضیا تسنیم بلگرامی نے نام کمایا۔احمد اقبال کا لہجہ نیا اور انوکھا تھا۔ڈائجسٹوں کے لکھاریوں میں سب سے زیادہ شہرت محی الدین نواب کے حصے میں آئی۔ان کاایک طویل سلسلہ"دیوتا"کے نام سے "سسپنس ڈائجسٹ "میں تین عشروں تک مسلسل چھپتا رہا۔ قارئین ہر مہینے اس کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے اور سسپنس کی کاپیاں راتوں رات بک جاتی تھیں۔"دیوتا"کودورِ حاضر کی" الف لیلیٰ "کہا گیا۔"دیوتا" بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔

اے حمید کا نام بھی پاپولر ادب کے حوالے سے خاصافعال رہا ہے۔انھوں نے ۲۰۰سے زائد کتابیں لکھیں۔جن میں تنقید ، سوانح ، افسانہ ، ڈرامہ ، ناول اور دیگر کئی موضوعات پر لکھی گئی کتابوں کی خاصی بڑی تعداد شامل ہے۔ان کے ناولوں میں مختلف موضوعات شامل ہیں جن پر انھوں نے خامہ فرسائی کی۔اے حمید کے موضوعات میں رومانوی ،معاشرتی ، جرم و سزا ، جاسوسی اور بچوں کاادب شامل ہیں۔

ساجدامجد کی تخلیقات بھی"سسپنس"،"جاسوسی" اور "سرگزشت"میں چھپتی رہی ہیں۔رومانوی اور معاشرتی موضوعات کے علاوہ انھوں نے حالاتِ حاضرہ پر بھی بہت سی کہانیاں لکھی ہیں۔مشاہیر ادب ، تاریخ ، ثقافت اور عالمی تناظر میں لکھے گئے ان کے مضامین ادب کا حسین سرمایہ ہیں۔ان کاندازِتحریر دلفریب اورزبان شگفتہ ہے۔

شوکت صدیقی افسانوی ادب میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔وہ "خدا کی بستی"لکھ کر ادبی دنیا میں اپنی پہچان بنا چکے تھے لیکن "سب رنگ ڈائجسٹ"میں چھپنے والے ناول"جانگلوس"نے انھیں شہرت کی بلندیوں پر پہنچایا۔یہ ناول کتابی شکل میں بھی چھپااورپی ٹی وی پر بھی نشر کیا گیا۔اس ناول میں پنجاب اور سندھ کے چوہدریوں اور وڈیروں کے ایسے روپ دیکھنے کو ملتے ہیں کہ روح کانپ اٹھتی ہے۔اسی ڈائجسٹ کے ایک اور سلسلے "بازی گر "نے بھی کئی سال تک قارئین کو اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔"بازی گر "کے مصنف بابر زماں خاں تھے۔

ادب کا سفر مسرت سے شروع ہوتا ہے اور بصیرت تک جاتا ہے۔اگرچہ پاپولر ادب میں وہ گہرائی نہیں ملتی جس کی توقع اس سے کی جاتی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ زندگی کا ہیولیٰ پیش کرتے ہیں۔نئی نسل حقیقت کے بجائے رومان کی دنیا میں جیتی ہے۔ایسے میں پاپولر ناول اس کی وقت گزاری اور رومان انگیز جذبات کا سہارا بنتے ہیں ۔اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ نئی نسل کو مطالعے کا عادی بناتا ہے پھر اس کا ذہن اس رومانی فضا سے نکل کر بالیدہ ہوتا ہوا سنجیدہ ادب کی

طرف راغب ہوتا چلا جاتا ہے۔اگر ہم قلم کاروں کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی ابتدائی تخلیقات پاپولر ادب کے زمرے میں آتی ہیں۔یہ قصے کہانیاں پہلے پہل پڑھنے کی عادت ڈالتی ہیں۔مطالعے کی یہ عادت اور رغبت بعد میں سنجیدہ مطالعے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔(٦)

پاپولر ادب لکھنے والوں کو بعض تعصبات کی بنا پر سنجیدہ ادیبوں کے دائرے سے علیحدہ رکھا جاتا ہے اور یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ان کی تخلیقات ویسی خصوصیات سے مزین نہیں ہوتیں جو کسی فن پارے کو ابدی شہرت سے ہمکنار کرتی ہیں۔البتہ یہ ہے کہ پاپولر ادب میں فن کی نزاکتوں ، آرٹ کی آرائشوں اور تخلیقیت کی زیبائشوں کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا۔ان میں لطف اندوزی کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔لیکن ایسے ادب میں زندگی کی کسی مخصوص نقطہ نظر کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

پاپولر ادب کے لکھنے والوں کی تحریریں اگر ایک طرف ہمیں لطف اندوزی کی متعدد کیفیتوں سے آشنا کرتی ہیں تو دوسری طرف حیرت و استعجاب کے ساتھ ہم زندگی کی مثبت قدروں کی ہم نوائی میں شریک ہو جاتے ہیں اور ہم زندگی کی تبدیل ہوتی ہوئی صداقتوں کے مابین اپنا محاسبہ کرنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔ایسے ادیبوں کی تحریریں ہمیں زندگی کی بعض اچھوتے پہلوں سے روشناس کراتی ہیں اور زندگی کے محض ایک رخ کی نشاندہی کرنے کے بجائے ایک بڑے کینوس پر رنگ برنگی کیفیتوں کو نمایاں کرتی ہیں۔لیکن چونکہ ان ادیبوں نے عوام کے ذہنوں تک رسائی حاصل کرنے کو زیادہ اہمیت دی اس لیے ان کے ذریعے تخلیق کیے گئے ادب میں صنعتوں کا استعمال زیادہ ہنر مندی کے ساتھ اجاگر نہیں ہو پاتا۔ تشبیہ کی خوبصورتی انفرادی طور پر ظاہر نہیں ہوتی۔استعارے کی کشش ہمارے اذہان پر انمٹ نقوش مرتب نہیں کر پاتی اور کنایے کی رنگا رنگی نہ ہونے کی بنا پر ہم زبان کے مخصوص ذائقے سے محروم رہتے ہیں۔(٧)

اسی طرح تخلیقی زبان کا حسن بھی پاپولر ادب میں اجاگر نہیں ہوتا اور آرٹ کے تقاضوں سے بھی بہت حد تک بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔اس کے باوجود نقطہ نظر کی وضاحت اور مقصدِ حیات اسکی ترسیل اس لٹریچر کی کامیابی کی دلیل ہے ۔اس سلسلے میں افتخار امام صدیقی کے یہ الفاظ کسی حد تک صحیح ہیں:

> "حقیقت تو یہ ہے کہ مقبول عام ناولوں نے زبان و ادب اور اس کی تہذیب کو جتنا سنوارا ادبی ناولوں نے یہ کام کم ہی کیا ہو گا۔ادبی ناولوں کے عام قارئین اعشاریہ صفر صفر دو تین ہی ہوں گے جب کہ نام نہاد پاپولر ناول کے قارئین ٧٠تا ٨٠فی صد کے آس پاس ہوں گے ۔اگر ان میں جاسوسی ادب بھی شامل کر لیا جائے تو صد فی صد قاری کا شمار کرنا ہو گا"۔(٨)

یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جہاں پاپولر ادب اور فنون لطیفہ کی سرحدیں ایک دوسرے میں مدغم ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ کیونکہ فنون لطیفہ کے ذریعے انسان لطف اندوزی کے بعد سرشاری حاصل کرتا ہے۔بالکل اسی طرح کا اطمینان پاپولر لٹریچر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔الغرض پاپولر ادب ، اردو ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔کیونکہ اردو پاپولر لٹریچر کی بیساکھی ہے اور آنے والے دور میں لاکھ تغیرات کے باوجود اس رشتے کا وقار باقی رہے گا۔

حوالہ جات:

۱۔ ابو ذر ہاشمی ،" اردو کی خواتین ناول نگار "، مشمولہ" اردو میں پاپولر لٹریچر:روایت اور اہمیت" ، مرتبہ ارتضی کریم ،اظہار عثمانی ، اردو اکادمی دہلی ،ص ۱۴۸

۲۔ ایضاً ،ص ۱۵۱۔۱۵۲

۳۔ راشد اشرف ، مرتبہ "کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا"، بزمِ تخلیق ادب کراچی ، مئی ، ص ۳۵۴

۴۔ راشد اشرف " ابن صفی : شخصیت اور فن"، اٹلانٹس پبلیکشنز، کراچی ، ص۱۶۵

۵۔ ارتضیٰ کریم ، اظہار عثمانی،مرتبہ " اردو میں پاپولر لٹریچر:روایت اور اہمیت"، اردو اکادمی دہلی ، ، ص۱۳۶

۶۔ ابو ذر ہاشمی ،کتاب مذکور ، ص۱۵۲

۷۔ راشد انوراشد ،" پاپولر لٹریچر اور فنونِ لطیفہ "، مشمولہ ' ' اردو میں پاپولر لٹریچر:روایت اور اہمیت" مرتبہ ارتضیٰ کریم واظہار عثمانی ،اردو اکادمی دہلی ،ص۶۳

۸۔ مشتاق احمد نوری " اردو زبان کے فروغ میں پاپولر لٹریچر کا حصہ" ، بحوالہ ' ' اردو میں پاپولر لٹریچر:روایت اور اہمیت" ، مرتبہ ارتضیٰ کریم واظہار عثمانی ،اردو اکادمی دہلی ، ص۱۲۶

☆☆☆☆☆